کتاب پر تبصرہ

کتاب کا نام: *تحریک پاکستان کا ایک باب*
مصنف: *محمد سرور*
ناشر: سندھ ساگر اکادمی، لاہور۔
سال اشاعت: جون ۱۹۷۵ء
صفحات: ۲۲۴
قیمت: نو روپے
تبصرہ نگار: فرح گل بقائی*

پاکستان کے وجود میں آنے کی مختلف فکر کے حضرات مختلف تاویلیں دیتے ہیں۔ کچھ کا خیال ہے جس دن پہلا مسلمان ہندوستان کی سر زمین پر وارد ہوا اُس نے پاکستان کی بنیاد رکھ دی۔ بعض اس کی ابتداء محمد بن قاسم کی سندھ کی فتح پر منتج کرتے ہیں۔ کچھ علماء اس کا سہرا حضرت مجدد الف ثانیؒ اور حضرت شاہ ولی اللہؒ کی احیائے اسلام کی دعوت سے جوڑتے ہیں۔

پھر سر سید احمد خان، علامہ اقبال اور قائداعظم محمد علی جناح جو ہندوستان کے مسلمانوں کو ہوشیار خبردار رہنے کا درس دیتے رہے۔ ان پر یہ بات واضح کرتے رہے کہ ان کو کن مسائل کا سامنا ہے اور ان کا تریاق کیا ہے۔

ہندوستان میں جمہوری عمل کی داغ بیل ڈالی جا چکی تھی۔ کسی بھی جمہوری نظام میں اکثریت کی حکومت میں اقلیت عام طور پر محکوم ہی رہتی ہے۔ ہندوستان کے تناظر میں مسلمان ایک اچھی خاصی اقلیت تھی جو جمہوری تقاضوں کے تحت ایک قوم کی صورت بھی اختیار کر سکتی تھی۔

---

* سینئر ریسرچ فیلو، قومی ادارہ برائے تحقیق تاریخ و ثقافت، قائد اعظم یونیورسٹی، اسلام آباد۔

قائداعظم نے اسی تناظر میں الگ ملک کا مطالبہ انگریز سرکار کے سامنے رکھ دیا۔ ہندو قوم مسلمانوں کو الگ قوم تصور کرنے کے لیے تیار ہی نہیں تھی۔ انہوں نے مختلف تشبیہات کے ذریعے ہندوستان کو ایک ملک، ایک اکائی میں گوندھنے کی بھرپور کوشش کی مگر پانی سر سے گزر چکا تھا۔ تاریخ گواہ ہے کہ ہندوؤں نے جب بھی طاقت کا پلڑہ اپنی طرف جھکا پایا انہوں نے مسلمانوں کا استحصال کیا۔ ان کو اِن کے جائز حق سے محروم کیا۔ ۱۹۳۷ء کے بعد جہاں جہاں ہندوؤں کو اکثریت ملی وہاں وہاں انہوں نے اپنا رنگ دکھایا۔

اس کتاب میں محمد سرور نے نہ صرف ہندوؤں کی چالوں کا جائزہ پیش کیا ہے بلکہ مسلمانوں کی خام خیالی اور کوتاہ نظری کو بھی بیان کیا ہے۔ تاریخ دانوں کا فرض ہے کہ وہ اپنی تاریخ کو ہر زاویہ سے پڑھیں، اپنے اچھے برے تمام پہلوؤں کا جائزہ لیں۔

اس کتاب کا بیشتر حصہ محمد یامین خان کی دو جلدوں پر مشتمل کتاب ''نامہ اعمال'' سے لیا گیا ہے۔ یہ صرف یو پی کے ایک بڑے زمیندار کا نامہ اعمال نہیں بلکہ اُس دور کے بڑے طبقوں کے گرد گھومتی کہانیوں کا غماز ہے۔ اس طبقے کے اثرات ہمارے تہذیبی، فکری اور سیاسی منظرنامہ پر اب تک پڑتے چلے آ رہے ہیں۔

ان کتابوں کو پڑھنے کا فائدہ یہ ہے کہ ہم تاریخ کے دھارے کو کسی حد تک سمجھ سکتے ہیں کہ ہندوستان نے کیوں زمینداری سسٹم ختم کیا۔ یہ حد سے بڑھتی ہوئی طاقت کیسے قوم اور ملک کو تباہی کی طرف دھکیل دیتی ہے۔

پاکستان میں امن کیوں نہیں قائم ہوتا۔ یہ زمین کی تقسیم جو پاکستان بننے سے پہلے ہوئی اور آج بھی لوگ زمین پر زبردستی قبضہ کر کے اپنی ہٹ دھرمی کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ زرعی ملک میں زمین، ملکیت کی اہمیت اورعلم اور دانش کی بے قدری کے بیج انسان کو کھوکھلا کیے دیتے ہیں۔

تاریخ پر لکھی جانے والی کتابیں ہمیں حقائق کی طرف آگاہی تو دیتی ہے شاید ہم میں اتنی جرأت آ جائے کہ ہم بغیر لالچ وطمع کے تریاق پا لیں۔ افسوس جو بھی تریاق کی تلاش میں سرگرداں ہوا اس نے حرص اور لالچ کی دلدل سے اپنے لیے پلاٹ، گھر، گاڑی اور اسی قسم کی دوسری سہولیات کی نظر اپنے آدارِش کا سودا کر لیا اور اپنی قوم کو اندھیروں کی طرف دھکیل دیا۔ اب کہاں قائداعظم آئیں گے۔ کہاں ہندوستان کی طرح پاکستان کی زمین میں پٹیل پیدا ہونگے۔ پھر بھی امید کے دیپ جلائے

رکھتے ہیں کہ انسان گر کر اُبھرتا ضرور ہے ورنہ مٹ جاتا ہے۔ پاکستان گر کر اُبھرنے کے لیے وجود میں آیا ہے۔ انشاء اللہ پاکستان ان مقاصد کو پانے میں کامیاب ہو گا جس کے لیے ہم نے آزادی حاصل کی تھی۔ یعنی مسلمانوں کو استحصال سے بچانا اور اپنے دین کے افکار سے اپنی زندگیاں منوّر کرنا۔

سر ورق

۱۹۰۶ء میں آل انڈیا مسلم لیگ کا قیام عمل میں آیا۔ شروع کے سالوں میں اس پر نواب، سر اور خان بہادر مسلط رہے۔ ۱۹۱۳ء میں قائداعظم مسلم لیگ میں شامل ہوئے اور ان کی زیر قیادت وہ آل انڈیا کانگریس کے پہلو بہ پہلو ملک کی آزادی کے لیے جدوجہد کرنے لگے۔ ۱۹۲۸ء کے بعد پھر ایک دور آیا جبکہ مسلم لیگ دوبارہ سروں اور خان بہادروں کی تحویل میں چلی گئی اور قائداعظم اس سے لاتعلق ہو گئے بعد ازاں ۱۹۳۷ء میں قائداعظم نے مسلم لیگ کو ایک نئی زندگی عطا کی اور وہ پہلی دفعہ صحیح معنوں میں ایک عوامی جماعت بنی۔ بدقسمتی سے مسلمان عوام پر نوابوں، سروں اور خان بہادروں کا بڑا اثر و رسوخ تھا اس لیے مسلم لیگ ان کے چنگل سے کبھی آزاد نہ ہو سکی اور اس کی درونِ پردہ سیاست پر ان سرکار پرستوں کا برابر عمل دخل رہا۔ اس کتاب میں ایک نواب اور سر کی زبانی مسلم لیگ کی اس درونِ پردہ سیاست کے اسرار بے نقاب کئے گئے ہیں۔ یہ لوگ گو ظاہر سے قائداعظم کا ساتھ دیتے لیکن اندرونِ خانہ وائسراؤں اور صوبائی گورنروں کے دروازوں پر دستک دیتے اور جب کبھی قائداعظم برطانوی حکومت کے خلاف کوئی قدم اٹھاتے تو یہ ان کی سخت مخالفت کرتے اور مسلم لیگ کے مقابلے میں دوسری جماعتیں بنانے کے منصوبے بنانے لگتے۔

مصنف کے نزدیک ہندوستان کی سیاست کا سب سے بڑا روگ مسلمانوں کے یہ اونچے سرکار پرست طبقے تھے۔ بے شک قائداعظم نے انہیں ختم کرنا چاہا لیکن وہ اس میں خاطر خواہ کامیاب نہ ہو سکے۔ چنانچہ انہوں نے جس پاکستان کا خواب دیکھا تھا وہ انہی اونچے طبقے کی وجہ سے شرمندہ تعبیر نہ ہوا۔

سریامین کی مولانا محمد علی جوہر سے ''لڑائی''

گو سر یامین لندن کے فارغ التحصیل بیرسٹر تھے اور ۱۹۲۱ء سے ہندوستان کی مرکزی اسمبلی کے ممبر چلے آتے تھے۔ لیکن چونکہ زمیندار تھے اور زمینداری کئی عشروں سے خاندان میں چلی آ رہی تھی اس لیے انہیں اپنے اردگرد، ہندوستان اور باہر دنیا میں قومی آزادی کی جمہوری تحریکوں، کسانوں اور

مزدوروں کی اپنے حقوق کے لیے انقلابی جدوجہد کا کوئی علم نہ تھا اور وہ حسب سابق قدیم بادشاہی دور میں رہ رہے تھے۔ اکثر مسلم لیگی بڑے اس ہی خیال کے تھے۔

خلیق الزماں سے باتیں کرتے ہوئے یامین صاحب نے یہ بھی کہا تھا

> ہندو دیہاتیوں کو اُبھارنے کی ذمہ دار ناسمجھ لوگ تھے۔ جنہوں نے خلافت کے جوش میں بھر کر گاندھی کے آلۂ کار بن کر ان کو انگریزوں سے لڑانے کے واسطے اُبھارا اور یہ نہ سمجھا کہ یہ چھری دو دھار کی ہے۔ انگریزوں کے بعد مسلمانوں کو قتل کرنے کے لیے استعمال ہو گی۔ یہی میری لڑائی مولانا محمد علی سے تھی جب انہوں نے کہا تھا یہ ہندوؤں سے ڈرتے جو جو ہندوؤں سے ڈرے ہاتھ اٹھا دے یامین نے کہا کہ وہ ہندوؤں کے ووٹوں سے ڈرتے ہیں نہ کہ ہندوؤں سے۔ آج اس کا نتیجہ دیکھ لیں۔

سر یامین سمجھتے تھے کہ اگر محمد علی گاندھی کا ساتھ نہ دیتے کانگریس والوں کا آلہ کار نہ بنتے تو ہندوستان کے ہندو عوام بدستور انگریزوں اور اُس کے ساتھ زمینداروں کے غلام بنے رہتے اور ملک میں اجنبی حکومت کے خلاف آزادی کی کبھی کوئی تحریک نہ اُٹھتی غرضیکہ ہندو دیہاتیوں کو انگریز کے خلاف محمد علی نے گاندھی کا آلہ کار بن کر ابھارا اور یہ ان کا ہندوستان کے مسلمانوں پر ظلم تھا۔ یہ سوچ اکیلے سر یامین کی نہیں تھی بلکہ اکثر سر، خان بہادر بڑے زمینداروں اور بہت سے دانش ور لیڈر بھی اسی طرح سوچتے تھے۔

محمد سرور لکھتے ہیں کہ انہوں نے خود مولانا حسرت موہانی کی زبان سے اس قسم کے جذبات کا اظہار ہوتے دیکھا۔ ۱۹۳۷ء میں یو پی میں کانگریسی وزارت کے برسراقتدار آنے سے وہاں کے ہندو کسانوں میں ایک طرح کی جو جرأت اور خود اعتمادی پیدا ہوگئی تھی اور وہ زمینداروں سے آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کرنے لگے تھے۔ مولانا حسرت تک اس سے ناراض تھے اور کہتے تھے ''ان کی یہ جرأت''۔

پاکستان کے افراد ہندوؤں کی اکثریت کے چنگل سے تو نکل آئے۔ ابھی بھی اُن کو بہت سے محاذ پر نبردآزما ہونا ہے۔ جہالت سے لڑنا ہے۔ طبقاتی خلیج کو کم کرنا ہے۔ معاشرہ میں انصاف اور ہم آہنگی کی فضا قائم کرنی ہے۔ ابھی بہت سے پہاڑ پاکستان کے مہم جوؤں کے آگے موجود ہیں۔ حوصلہ اور عزم سے انشاء اللہ ملک کو بھنور سے نکالنا ہے۔

اس کتاب کے مطالعہ سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ پاکستانیوں نے اگر پاکستان کو مضبوط بنانا ہے تو زمینداری سسٹم ختم کرنا ہو گا۔ دولت کو چند ہاتھوں میں ہرگز نہ جمع ہونے دیں۔ معاشرہ کو مضبوط بنیادیں دیں تا کہ ملک کا ہر فرد معاشرے میں اپنا مقام بنا سکے۔